پروفیسر محمد یونس میو*

فقہی اختلافات کے اسباب
(عقد الجید* کی روشنی میں)

علامہ شبلی نعمانی نے اپنی کتاب ''علم الکلام'' میں مسلمانوں کے کارنامے بیان کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ کا ذکر رازی، ابن رشد اور ابن تیمیہؒ کے ساتھ کیا ہے۔ ابن تیمیہ اور ابن رُشد کے بعد بلکہ خود انہیں کے زمانے میں مسلمانوں میں جو عقلی تنزل ہوا اور آخیر زمانے میں اسلام کا نفس باز پسیں تھا، شاہ ولی اللہ جیسا شخص پیدا ہوا۔ جس کی نکتہ سنجیوں کے آگے غزالی، رازی اور ابن رشد کے کارنامے ماند پڑ گئے[۱]۔

لیکن شاہ ولی اللہ کی علمی عظمت صرف دینِ اسلام کو حکیمانہ اسلوب میں پیش کرنا اور معقول و منقول میں تطبیق دینے تک محدود نہ تھی۔ بلکہ انہوں نے تفسیر القرآن، علم حدیث وفقہ، تصوف، ملی سیاسی تاریخ، عمرانیات اور اپنے دور کے دوسرے مباحث پر بھی بہت کچھ لکھا ہے[۲]۔ اس لئے بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ شاہ صاحب کی تاریخی زندگی میں جو سب سے زیادہ قابل فخر اور بقائے دوام کا باعث ہے وہ آپ کے علمی کارنامے ہی ہیں[۳]۔ ''حیات دلی'' کے مصنف نے آپ کی ۴۵ کتب کا تعارف کرایا ہے[۴]۔ آپ کی تمام کتب عربی و فارسی میں ہیں۔ جن کے اب اردو تراجم بھی ہوگئے ہیں۔ ''حجۃ اللہ البالغہ'' آپ کی ضخیم ترین اور مشہور ترین کتاب ہے۔ اس کے مقدمہ میں علامہ عبدالحق حقانی نے ۲۵ کتب کے تذکرہ کے بعد لکھا ہے ان کے علاوہ چھوٹے چھوٹے رسائل درثمین، سلسلات وغیرہ سینکڑوں ہیں[۵]۔ بہرحال ان صفحات میں آپ کی تصنیفی خدمات کا بیان ناممکن ہے۔ اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے۔ یہاں ان کی فقہی خدمات کے صرف ایک جز فقہی اختلافات کے اسباب ان کے عربی رسالہ ''عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید'' کے حوالہ بات ہوگی۔ چنانچہ آپ کی سوانح ''حیات دلی'' سے ایک اقتباس نقل کرنے کے بعد موضوع زیر بحث پر کچھ عرض کرنے کی کوشش کی جائے گی، حافظ رحیم بخش دہلوی فرماتے ہیں:

* اسسٹنٹ پروفیسر۔ گورنمنٹ کالج آف کامرس، ڈسکہ

''.........مسائل فقہیہ مذاہب اربعہ یعنی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کی تحقیقات مذاہب صحابہؓ و تابعین اور اقوال جماعت فقہا محدثین سے لے کر فقہ حدیث کی بنیاد از سر نو قائم کی اسرار حدیث اور مصالح احکام کو ایسی عمدگی اور خوش اسلوبی سے بیان کیا کہ ان سے پیشتر کے مصنفین کو یہ بات کمتر نصیب ہوئی ہے۔ کتاب ''حجۃ اللہ البالغۃ'' ان کے اس کمال پر شاید بیّن ہے۔ رسالہ ''انصاف فی بیان سبب الاختلاف'' اور عقید الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید'' میں اس امر کو نہایت وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث صحیح کی موجودگی میں اقوال مستقشفین اور استبداد مقلدین کی کیا وقعت ہو سکتی ہے''[٦]۔

''عقد الجید'' ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جو عربی زبان میں لکھا گیا ہے۔ جس کا نام خود بتا رہا ہے اس میں رسالہ ''انصاف''[٧] کی طرح اجتہاد و تقلید کے احکام نہایت تفصیل و توضیح کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ یہاں ''عقد الجید'' کے مباحث کی ایک فہرست مرتب کی جاتی ہے تا کہ بعد ازاں ان پر مربوط انداز سے گفتگو کرنا سہل ہو جائے۔

ا۔	اجتہاد کی تعریف	۲۔	ماخذ اجتہاد	۳۔	اجتہاد جاری ہے۔
۴۔	مجتہد کا اختلاف	۵۔	مجتہدین کا اختلاف	۶۔	امام بیضاوی کے اقوال پر محاکمہ
۷۔	شاہ ولی اللہ کی اپنی رائے	۸۔	شاہ ولی اللہ کا ایک اور علمی استدلال		
۹۔	مذاہب فقہ اربعہ اور شاہ ولی اللہ	۱۰۔	آدمی اپنی کوشش اور سعی کا مکلّف ہوتا ہے		
۱۱۔	فقہ حنفی اور شاہ ولی اللہ	۱۲۔	تقلید میں شاہ ولی اللہ کا مسلک اعتدال		

اجتہاد:

اجتہاد ہمیشہ کی طرح عہد حاضر میں اسلامی دنیا کا اہم ترین مسئلہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اجتہاد نہ صرف ایک شرعی ضرورت ہے بلکہ مسلمان قوم کی بیداری اور ترقی کا مفید ترین وسیلہ بھی ہے۔ اس کی اہمیت و افادیت اس کے لغوی اور اصطلاحی مفاہیم سے بھی عیاں ہے، اس کے مفہوم و معانی سے ایک ولولہ کا پیغام اور جوشِ عمل کی دعوت مترشح ہوتی ہے۔ یہ بات صبر و استقامت کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے اور عزم و ہمت کے ساتھ جہد مسلسل کی بھی غماز ہے[٨]۔ ''المنجد'' میں لفظ ''جہد'' کے ذیل میں اجتہاد کی یہ شرح ملتی ہے۔ پوری کوشش کرنا، پوری طاقت لگا دینا[٩]۔ امام راغب نے الاجتہاد کے معانی کسی کام پر پوری طاقت صرف کرنے اور انتہائی مشقت اٹھانے پر طبیعت کو مجبور کرنا کے ہیں۔ اب ملاحظہ فرمایئے کہ شاہ ولی اللہ نے ''عقد الجید'' میں اجتہاد کے کیا معانی بیان کئے ہیں۔ ''شریعت کے فروعی احکام کو ان کی تفصیلی دلیلوں سے دریافت کرنے کے لئے پوری پوری کوشش کرنا اجتہاد کہلاتا ہے''[١١]۔ اس وضاحت سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ شاہ صاحب نے اجتہاد کی معروف و مشہور مفہوم کو ہی اختیار کیا ہے۔ ایک اور دوسری ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں شاہ صاحب نے اجتہاد کا مفہوم بیان کیا ہے۔ یہاں شاہ صاحب کا انداز خالص علمی نظر آتا ہے۔

''مسائل مشکلہ میں سے یہ بھی ہے کہ احکام شرعیہ معلوم کرنے کے لئے قرآن وحدیث میں تتبع کرنے کے چند مراتب ہیں۔سب سے اعلیٰ مرتبہ یہ ہے اس کو بالفعل بالقوۃ قرینہ من الفعل اس قدر احکام کی معرفت حاصل ہو جس سے اکثر واقعات میں مستفتین کا جواب دے سکے۔اس طرح سے کہ اس کے جوابات اکثر ان مسائل سے جن میں کہ وہ توقف کرتا ہے اور اس معرفت کو اجتہاد کہتے ہیں''[۱۲]۔

ماخذ فقہ:

فقہ کا پہلا ماخذ قرآن کریم ہے اس پر مذاہب اسلامی کے تمام سنی اور شیعہ متفق ہیں۔قرآن مجید کے بعد اسلامی قانون کا دوسرا ماخذ حدیث اور سنت نبوی ہے اور حدیث دراصل قرآن ہی کا تتمہ ہے اور اس کی تفسیر ہے۔اسلامی قانون کی دو اور ماخذ اجماع وقیاس ہیں جو قرآن وحدیث ہی کی شاخیں ہیں۔یہ دونوں اصول جمہور فقہا کے نزدیک تو قابلِ قبول ہیں لیکن بعض فقہا انہیں تسلیم نہیں کرتے اور اگر کرتے ہیں تو بہت حزم واحتیاط کے ساتھ[۱۳]۔اصول فقہ کی کتابوں میں صراحتہً انہیں چار کا ذکر ملتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض ماخذ کو بعض میں داخل سمجھا گیا ہے۔اور اختصار کے طور پر صرف چار کا ذکر کیا گیا ہے[۱۴]۔ عقدالجید میں شاہ ولی اللہ نے انہی چار کا ذکر کیا ہے۔اجتہاد کی تعریف کے بالکل متصل فرماتے ہیں''ان تفصیلی دلیلوں کے امور کلّی کا مرجع یہ چار چیزیں ہیں۔قرآن مجید' سنت نبوی' اجماع' اور قیاس[۱۵]۔

اجتہاد جاری ہے:

شاہ ولی اللہ مجتہدین یعنی اجتہاد کرنے والوں کے متعدد درجے قرار دیتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک درجے کے مجتہدین کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ ہر زمانے میں پائے جاتے ہیں۔غرض شاہ صاحب کسی نہ کسی شکل میں اجتہاد کو جاری مانتے ہیں[۱۶]۔ شاہ ولی اللہ کی فکر سے منسوب علماء کی بہت بڑی خصوصیت ان کا مسلک اعتدال ہے[۱۷]۔یہ حضرت نہ کبھی اپنی علمی ذمہ داریوں سے غافل رہے اور نہ انہوں نے اجتہاد کے دروازے کو مقفل کیا ہے۔البتہ جو شرائط فقہا متقدمین نے عائد کیں ہیں ان کا التزام ان سے ضرور رہا ہے۔اسی وجہ سے بعض لوگوں کو یہ گمان پیدا ہوا ہے کہ شاید اب فقہ واجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ فقہ اسلامی میں جمود نہیں ہے۔وہ الگ بات ہے کہ بعض لوگ اپنی مرضی کا فتویٰ نہ ملنے پر یہ کہنے لگیں کہ دین میں جمود طاری ہو گیا۔دورِ حاضر کے مفتی رفیع عثمانی نے اسلامک فقہ اکیڈمی ہند کے دوسرے سمینار ۱۹۹۴ء کی صدارتی تقریر میں فرمایا۔

''یہ تصور ہمارے بہت سے حلقوں میں اب بھی موجود ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا ہے' والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ اجتہاد کا دروازہ بند نہیں ہوا۔آج بھی بند نہیں ہوا اور آئندہ بھی بند نہیں ہوگا۔جہاں اس میں جو دروازے ہیں ان میں داخل ہونے کے لئے کچھ شرائط ہیں اس زمانے میں وہ شرائط افراد میں موجود نہیں رہے۔اسی واسطے سمجھا

جارہا ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہوگیا[19]۔

مجتہد کی شرائط:

ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن اسلامی فقہ پر بڑی گہری نظر رکھتے ہیں۔ آپ نے مسلم ممالک میں قانون سازی کی تاریخ مرتب کی ہے[20]۔ جو پانچ جلدوں میں ''مجموعہ قوانین اسلام'' کے نام سے شائع ہوچکی ہے۔ ڈاکٹر صاحب اپنے ایک مضمون میں فرماتے ہیں:[21]۔

The door of Ijtihad is of course open. But the right of entry is restructed to those only who fullfilled are the islamic and essential conditions, both the term of acquiring religion knowledge practicing parts."

قاری محمد طیبؒ فرماتے ہیں کہ ''اجتہاد اور تقلید میں سے کوئی بھی دنیا سے منقطع نہیں ہوئے۔ یہ دونوں چیزیں شرعی ہیں۔ دین کا کمال واتمام ان دونوں کے درجہ اعتدال پر مبنی ہے[22]۔ قاری صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ'' ملکہ اجتہاد وہبی ہے کسبی نہیں بعض اس کے اہل ہیں اور بعض نہیں[23]۔ گویا آپ کا کہنا یہ ہے کہ اجتہاد آج بھی جاری ہے اور بعض لوگ اس کام کے کرنے کے اہل ہیں۔ اس طرح مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ ''جس شخص کو'' قوت اجتہادیہ'' حاصل نہ ہو اس کو اجتہاد کی اجازت نہیں اور ممکن ہے ایک شخص حافظ حدیث ہو اور مجتہد نہ ہو اس لئے کہ صرف جمع روایات سے قابل تقلید ہونا ضروری نہیں''[24]۔ مولانا محمد علی کاندھلوی نے بھی اس بارے میں ایسی ہی بات کہی ہے:

''یہ بات ایک درجہ میں صحیح ہے کہ ایک شخص محدث ہو مگر فقیہ نہ ہو لیکن یہ ناممکن ہے کہ ایک شخص فقیہ ہو مگر محدث نہ ہو''[25]۔

شاہ ولی اللہ نے ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں یہ سوال اٹھایا ہے کہ آدمی کو کب فتویٰ دینا چاہیے۔ محمد بن حسن کے حوالہ سے لکھا ہے ''جب خطا سے اس کا صواب زیادہ ہو اور جب سائل کے دلائل سے واقف ہو اور ہم عصروں سے مخالفت کے وقت مناظرہ کرسکے' نیز یہ کہ اجتہاد کی شرطوں میں سے ادنیٰ شرط کتاب مبسوط کو حفظ کرنا ہے[26]۔ شاہ صاحب نے یہاں اجمالاً ذکر فرمایا ہے کہ اس کی کچھ تفصیل اپنے رسالہ ''عقد الجید'' میں بیان کی ہے۔

''قرآن وسنت میں جن امور کا تعلق احکام سے ہے ان کی معرفت رکھتا ہو[27]۔ اجماع کے مواقع' قیاس کی شرائط' نظر کی کیفیت' عربی زبان' ناسخ ومنسوخ اور راویوں کے حالات جاننا ایک مجتہد کیلئے ضروری ہے[28]۔ شاہ ولی اللہ اجتہاد کے لئے علم الکلام اور فقہ کے لئے ضروری نہیں سمجھتے۔ البتہ امام غزالی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ان کے زمانے میں فقہ کی ممارست ومشق سے اجتہاد کی استعداد حاصل ہوئی ہے اور اس زمانے میں سائل کو صحیح طرح سمجھنے کا یہی طریقہ ہے۔ البتہ صحابہؓ کے زمانے میں اس کی ضرورت نہ تھی[29]

امام بغوی کے حوالہ سے شاہ ولی اللہ نے مزید لکھا ہے

''قرآن وسنت کا علم' علمائے سلف کے اقوال کا علم' ان اقوال کا بھی جن پر ان کا اجماع تھا اور ان کا بھی جن میں اختلاف تھا۔ لغت عربی کا علم' قیاس کا علم' جب کوئی عالم ان پانچوں اقسام علم میں سے ان کا بڑا حصہ جانتا ہوگا تو وہ اس وقت مجتہد ہوگا(۳۰)۔''

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ سب علموں کو پوری طرح جانتا ہو اور ان کی کوئی چیز اس سے چھوٹی نہ ہو اور اگر وہ علوم کی ان پانچ اقسام میں سے کسی ایک سے بہرہ نہیں رکھتا تو اسکی راہ تقلید کی ہے۔ اجتہاد کی نہیں خواہ وہ شخص آئمہ سلف میں سے کسی امام کے فقہی مذہب میں کتنا ہی کامل وتبحر کیوں نہ ہو ایسے شخص کے لئے قاضی کا عہدہ قبول کرنا اور مسند افتاء پر بیٹھنا جائز نہیں(۳۱)۔

ڈاکٹر منیر احمد مغل نے شاہ ولی اللہ کے حوالہ سے انہیں شرائط کو بیان کیا ہے(۳۲)۔ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے بارہ شرائط بیان کی ہیں۔ اسلام وایمان' عدالت وتقویٰ' عربی زبان وادب' کتاب وسنت کا علم' اجماع واختلاف کے مواقع سے آگاہ ہو' قیاس کے اصولوں سے پوری طرح واقف ہو' احکام شریعت کے مقاصد اور حکمتوں سے واقف ہو' ناسخ ومنسوخ کا علم رکھتا ہو' فن اصول فقہ کا علم رکھتا ہو' نیز ان امور کے علاوہ حسن فہم اور اخلاص کو مجتہد کی شرائط واوصاف میں شمار کیا ہے(۳۳)۔

مفتی محمد جمیل احمد تھانوی نے مجتہد کے لئے 30 شرائط گنوائی ہیں۔ اور نہایت شرح وبسط سے ان شرائط کے حق میں احادیث سے استدلال کیا ہے(۳۴)۔ مولانا تھانوی والی ''قوت اجتہاد'' اس وقت حاصل ہوتی ہے جب ایک مجتہد ان اوصاف کا حامل ہوگا۔ لہذا یہ کہنا کچھ بے جا نہ ہوگا کہ یہ شرائط خاص طور پر جن کا ذکر مفتی محمد جمیل احمد تھانوی نے اپنے مقالہ میں کیا ہے۔ مولانا تھانوی کی ''قوت اجتہادیہ'' کی طرح ہے۔ آج ان شرائط کا فقدان ہے ہر شخص مجتہد بنا بیٹھا ہے اب اجتہاد کے لئے علم کی بھی ضرورت نہیں رہی(۳۵)۔

شاہ ولی اللہ کے رسالہ ''عقد الجید'' اور دور حاضر کے علماء کے افکار وخیالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کے یہاں مجتہد کے لئے قدرے آسانی نظر آتی ہے کہ ایک مجتہد کے لئے قرآن وسنت' کے علوم کے علاوہ عربی زبان' ناسخ ومنسوخ اور راویوں کے حالات سے واقف ہونا ضروری ہے۔ فی زمانہ جن لوگوں کا گمان یہ ہے کہ اجتہاد کا شرعی معیار اسی قدر کڑا ہے کہ عملاً اجتہاد کی راہ رک گئی ہے اور اس کا دروازہ بند ہوگا ان کے لئے شاہ ولی اللہ جیسے مفکرین کے یہاں نرم گوشہ موجود ہے۔

مجتہدین کا اختلاف:

یہاں بنیادی سوال یہ ہے کہ کسی حکم کے بارے میں مجتہدین کے اختلاف کی نوعیت کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ

فرماتے ہیں:

''ایسے فروعی مسائل جن میں حکم قطعی نہیں ہے اگر دو مجتہدین میں اختلاف ہو تو دونوں حکموں کو صحیح ماننے میں علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ان دونوں میں سے ہر ایک مجتہد اس مسئلے میں اپنی اپنی جگہ راہ صواب پر ہے یا ان میں سے ایک ہی صواب پر ہے جو لوگ دونوں کے صواب پر ہونے کے قائل ہیں۔ ان میں شیخ ابوالحسن اشعری، قاضی ابوبکر، قاضی ابویوسف، امام محمد بن الحسن، ابن شریح نیز اشعری متکلمین کی ایک بڑی جماعت اور معتزلہ سے بھی ایسا ہی منقول ہے جبکہ دوسری رائے یعنی اختلاف حکم کی صورت میں دو مجتہدین میں سے صرف ایک صواب پر ہوگا اس کے قائل جمہور فقہاء ہیں اور چاروں ائمہ سے بھی یہی منقول ہیں [۳۶]

امام بیضاوی کے اقوال پر محاکمہ:

مجتہدین کے مذکورہ بالا اختلاف کے حوالہ شاہ صاحب نے امام بیضاویؒ کے اقوال پر بحث کی ہے۔ ''عقد الجید'' میں شاہ صاحب نے امام کے دو اقوال کو لیا ہے۔ اول یہ کہ ''ہر ایک مسئلے میں ایک حکم معین ہوتا ہے۔ جس کے حق میں کوئی قطعی یا ظنی دلیل ہوتی ہے۔ اب اگر دونوں اجتہادی حکم درست نہیں تو یہ اجماع نقیضین ہوگا اس لئے یہ دونوں حکم ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ لیکن اس کے باوجود جو راہ صواب سے چوک جاتا ہے وہ گناہگار نہیں ہوتا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جو مجتہد راہِ صواب پالے گا اس کے دو ثواب ہیں اور جو اس سے چوک گیا اس کے لئے صرف ایک ثواب ہے [۳۷]۔ اس ضمن میں شاہ ولی اللہ نے امام بیضاوی کی معرفت کو بیان کرنے کے لئے امام شافعی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ ''ہر واقعہ کے لئے ایک ہی حکم معین ہوتا ہے۔ اس کی ایک علامت ہوتی ہے جو اسے پالیتا ہے وہ صواب پر ہوگا اور جو اس سے چوک جاتا ہے وہ غلطی پر ہوتا ہے اور گناہ گار نہیں ہوگا [۳۸]۔

شاہ ولی اللہ نے امام بیضاوی کا دوسرا قول یہ نقل کیا ہے۔ ''راہ صواب سے چوک جانے پر بھی اجتہاد کرنے والے کے گناہگار ہونے پر یہ اعتراض کیا گیا ہے۔ کہ جب ہر مسئلے کا ایک ہی حکم معین ہے تو اس حکم کا جو مخالف ہوگا وہ قرآن کی آیت ''جو لوگ اللہ کے اتارے ہوئے فرمان کے مطابق حکم نہیں دیتے وہ فاسق ہیں [۳۹] کے مصداق ہوگا۔ مؤخر الذکر اس قول کا شاہ ولی اللہ نے دو جواب دیئے ہیں۔ فرماتے ہیں 'اسکا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ اس مجتہد نے جو راہ صواب سے چوک گیا اسی بات کا حکم دیا تھا جسے اس نے صحیح سمجھا تھا اگر چہ اس کا ہر حکم اللہ کے نازل کردہ فرمان کے مطابق نہ تھا [۴۰]۔ دوسرا جواب یہ ہے بیضاوی نے اجتہاد میں غلطی کرنے والے کے گناہ گار نہ ہونے کی دلیل یہ دی ہے تو ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عبادت کے سلسلے میں ہمارے لئے یہ مقرر فرما دیا ہے کہ ہم اس پر کاربند رہیں جس تک ہمارا اجتہاد پہنچا دے [۴۱]۔ امام بیضاوی کے ایک اور قول پر شاہ صاحب محاکمہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں ''مجتہدوں کے باہم دو مختلف اجتہادوں کا صواب پر ہونا اجتماع نقیضین ہے'' شاہ صاحب نے اس کا جواب یہ

دیا ہے:

''یہ اجتماع نقیضین نہیں ہے بلکہ اس کی صورت کفارہ کی ادائیگی کے متعدد طریقوں سے ہے کہ ان میں سے ہر ایک طریقہ واجب بھی ہے اور واجب نہیں بھی ہے (۴۲)۔ شاہ صاحب نے امام کے حوالہ سے جو حدیث نقل کی ہے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''بیضاویؒ نے اس مضمون کو یہ جو حدیث نقل کی ہے کہ اگر مجتہد کا اجتہاد صواب پر تو اس کو دو ثواب ملیں گے۔ اگر غلطی پر ہوگا تو اس کو ایک ثواب ملے گا۔ میں اس بارے میں یہ کہتا ہوں کہ یہ نقلی دلیل تو ان کے خلاف جاتی ہے نہ کہ ان کے حق میں کیونکہ اس غلطی جو موجب ثواب ہو، وہ مصیبت گناہ نہیں ہوتی، چنانچہ یہ امر لازمی ہے کہ دونوں اجتہادی حکم اللہ تعالیٰ کے لئے ہوں اور ان میں ایک دوسرے سے افضل ہو جیسے کہ عزیمت اور رخصت کا معاملہ ہے'' (۴۳)

شاہ ولی اللہ کی اپنی رائے:

آپ کو یاد ہوگا کہ امام بیضاوی کا مؤقف زیر بحث میں یہ تھا کہ کسی حکم کے بارے میں دو مجتہدین اختلاف کی صورت میں ایک راہِ ثواب پہ ہوگا اور دوسرا غلطی پر تاہم وہ گناہ گار نہ ہوگا۔ شاہ صاحب اس کا جواب دینے کے بعد اپنا مسلک ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

''اختلاف کی صورت میں بھی دونوں مجتہد برسر صواب ہوں گے بشرطیکہ نص اس کی اجازت بھی دیتی ہو' فرماتے ہیں'' حق یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کی طرف یہ قول منسوب ہے کہ مجتہدین کے اجتہاد میں اگر اختلاف ہو تو ان میں سے صرف ایک ہی مجتہد صواب پر ہوگا وہ ان کی تصریحات سے استنباط کیا ہوا ہے ان کا بطور نص کے یہ قول نہیں ہے۔ اور یہ کہ ساری امت میں دونوں مجتہدوں کو (اختلاف اجتہاد کے باوجود) برسرِ صواب قرار دیتے ہیں کوئی اختلاف نہیں۔ بشرطیکہ مسئلہ ایسا ہو جس میں نص اور اجماع کی رو سے ایک سے زیادہ باتوں کا اختیار دیا گیا ہو' جیسا کہ قرآن کو سات قرأتوں میں پڑھنا' دعاؤں کو مختلف الفاظ میں مانگنا' سات نو یا گیارہ وتر پڑھنا (۴۴)

شاہ ولی اللہ ایک اور علمی استدلال:

مسئلہ زیر بحث میں شاہ صاحب نے اختلاف اور اس کی اقسام کے حوالہ سے عمدہ استدلال کیا ہے۔ شاہ صاحب نے ''عقد الجید'' میں اختلاف کی چار اقسام بیان کی ہیں' یہ کہ اس میں حق قطعی اور معین ہو اس صورت میں جو چیز اس کے خلاف ہوگی اسے مسترد کر دینا ہوگا۔ کیونکہ یہ یقینی طور پر باطل ہوگی۔ اختلاف کی دوسری قسم یہ ہے کہ اس میں غالب رائے سے حق کا تعین ہوا۔ چنانچہ اس میں مخالف چیز غالب رائے سے باطل قرار پائے گی۔ تیسری یہ کہ اختلاف کے دو پہلوؤں میں سے کسی ایک کو اجتہاد کرنے کا حکم ہو اور چوتھی قسم یہ ہے کہ غالب رائے سے اختلاف کئے ہوئے میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا حکم ہو (۴۵)۔ اس کے بعد شاہ صاحب مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''اگر

کسی ایسی بات میں اختلافِ اجتہاد ہو جس کے متعدد احکام میں سے کسی ایک حکم کو لینے کا اختیار دیا گیا ہو' جیسا کہ قرآں کی سات قرأتیں' دعاؤں کو مختلف کلمات سے مانگنا اور ایسے ہی، وہ امور جنہیں رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی سہولت کے لئے کسی طرح انجام دیا اور یہ سب کے سب ان امور کی جو اصل مصلحت تھی اس پر حاوی تھے تو اس معاملے میں دونوں اختلاف رکھنے والے مجتہد برسرِ صواب ہوں گے۔ یہ امر پوری طرح واضح ہے اور اس میں کسی کو تامل نہیں ہونا چاہیے۔

آدمی اپنی کوشش اور سعی کا مکلّف ہوتا ہے:

اور بہت سے اصول فقہ کا نتیجہ اختلاف ہوتا ہے' چونکہ اس اختلاف میں آدمی کی کوشش اور سعی کو دخل ہوتا ہے جیسا کہ قبل ازیں عرض کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقرر فرما دیا ہے ہم اصل پر کاربند ہوں جس تک ہمارا اجتہاد ہمیں پہنچا دے۔ شاہ ولی اللہ نے مسئلہ زیرِ بحث میں حضورؐ کی ایک حدیث بیان کی ہے۔ ''بعض امور ایسے ہیں جن میں جس حکم کی طرف آدمی کی کوشش اور جستجو اسے لے جائے اسی کا اس کو مکلّف بنایا جاتا ہے۔ مثلاً جس دن رمضان کے روزوں کے بعد عید کے دن تم افطار کرتے ہو وہی تمہارا افطار کا دن ہے اور جس دن تم قربانیاں کرتے ہو وہی تمہارا قربانیوں کا دن ہے۔ شاہ صاحب الخطابی کے حوالہ سے ان کی تشریح کرتے ہیں کہ ایسے امور جن میں ان کے حکم تک پہنچا اجتہاد پر منحصر ہو ان میں غلطی اور خطا معاف ہوتی ہے۔ مثلاً لوگوں نے عید الفطر کا چاند دیکھنے کی بڑی کوششیں کیں لیکن ان کو تیس روزے پورے کرنے کے بعد ہی چاند نظر آیا بعد میں ان کو معلوم ہوا کہ رمضان کا مہینہ انتیس دن کا ہے۔ اس صورت میں ان پر کوئی گناہ یا عتاب نہ ہوگا اس طرح حج کے موقع پر اگر لوگوں سے عرفہ کے دن کے بارے میں غلطی ہو جائے تو انہیں دوبارہ حج کرنا نہیں پڑے گا اور جو مناسک حج وہ ادا کر چکے ہوں گے وہ کافی ہوں گے (۴۷)۔

مذاہب اربعہ اور شاہ ولی اللہ:

''عقیدالجید'' میں شاہ ولی اللہ نے مذہب اربعہ کو اختیار کرنے کی تاکید کرتے ہوئے اس کی تین حکمتیں بیان کی ہیں۔ اول یہ کہ تمام امت کا اس میں یہ اجماع ہے کہ وہ شریعت کو جاننے کے لئے سلف پر اعتماد کرتی ہیں' چنانچہ تابعین نے صحابہؓ پر اعتماد کیا۔ اور تبع تابعین نے تابعین پر اور یہ سلسلہ یونہی آگے بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ ائمہ اربعہ کا زمانہ آگیا اور فقہ اسلامی کی تشکیل و تدوین عمل میں آئی۔ اب چونکہ فقہ اربعہ کے مذاہب کے علاوہ اور کوئی مذہب ایسا نہیں ہے جو ان صفات کا حامل ہو اس لئے ان کو اختیار کرنا ضروری ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ چونکہ ان مذاہب کے علاوہ دیگر مذاہب فقہ مِٹ گئے ہیں اور پھر سوادِ اعظم بھی ان مذاہب پر مشتمل ہے۔ اسلئے ان کی پیروی کرنا چاہیے ان کی پیروی سوادِ اعظم کی پیروی ہے اور ان کے دائرے سے نکلنا گویا سوادِ اعظم نکلنا ہے (۴۸)۔

اور تیسری وجہ یہ ہے کہ جب بھی عرصہ گزر گیا اور امانت و دیانت نہ رہی اور ان حالات میں جو پیشہ قاضیوں اور اپنی خواہشات کے بندے مفتیوں میں سے جو علمائے سو تھے ان کے اقوال پر اعتماد کرنا جائز نہ رہا۔۔۔ چنانچہ جب ہم نے

علماء کو دیکھا کہ وہ مذہب سلف پر ثابت قدم ہیں تو ظن غالب یہ ہوا کہ وہ علمائے سلف کے اقوال سے جو تخریجات یا کتاب وسنتؐ سے جو استنباط کریں ان میں ان کی تصدیق کی جائے گی اور جب ہم نے ان میں یہ بات نہ دیکھی تو پھر ان میں ان کے اقوال پر اعتماد کیسا (۴۹)۔

فقہ حنفی اور شاہ ولی اللہ:

اب سوال یہ ہے کہ مذاہب اربعہ میں شاہ صاحب کا رجحان کس طرف تھا اس ضمن میں احسن بات تو وہی ہے کہ شاہ صاحب تطبیق کے علمبردار ہیں لیکن آپ نے ''فیوض الحرمین'' میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ ''مذہب حنفی کو تمام مذاہب پر ایک ترجیح حاصل ہے اور بسا اوقات الہام اس میں مضبوط رہنے کا متمثل ہوتا ہے۔ جو اس پر عمل کے لئے ابھارتا ہے (۵۰)۔ غیر مقلدوں کے ایک معروف عالم دین مولانا اسمعیل سلفی نے بھی اپنی کتاب میں یہی لکھا ہے کہ آپ کا رجحان حنفیت کی طرف تھا۔

تقلید میں شاہ ولی اللہ کا مسلک اعتدال:

آپ نے مذکورہ بالا بحث میں ملاحظہ فرمایا کہ شاہ صاحب مذاہب اربعہ کو اختیار کرنے کی تلقین فرماتے ہیں پھر ان میں حنفی مذہب کی خصوصیت پر بھی اشارہ کرتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ آپ شاہ صاحب کے علمی مذاق کا تقاضہ ہے۔ وہ کسی ایک مذہب کی جامد تقلید پر اصرار نہیں کرتے۔ بلکہ مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

''مذاہب اربعہ جو مدون ہو چکے ہیں اور تحریر میں آچکے ہیں تمام امت یا وہ لوگ جو اس امت میں قابل اعتبار ہیں سب اس زمانے میں ان کی تقلید کے جائز اور درست ہونے پر متفق ہیں اور اس تقلید میں بہت سی مصلحتیں ہیں جو مخفی نہیں ہیں۔ خاص کر اس زمانے میں لوگ نہایت ہی پست ہمت ہو گئے ہیں اور ان کے قلوب خواہش نفسانی سے پر ہو گئے ہیں اور ہر شخص اپنی اپنی رائے پر ناز کرنے لگا ہے (۵۱)۔''

حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ صاحب نے ابن حزم کے قول پر تقلید حرام ہے اور کس کس کے لئے جائز نہیں ہے۔ ایک طویل تقریر فرمائی ہے اور پھر آخر میں اپنا مسلک ان الفاظ میں واضح کیا ہے۔

''مجتہد ہے وہ اجتہاد کرے اس کے لئے تقلید جائز نہیں اور جو مجتہد نہیں اس کے لئے تقلید جائز ہی نہیں ضروری ہے (۵۲)۔''

یہی ہے وہ مسلک اعتدال جس کی طرف شاہ صاحب نے اپنی کتابوں میں رہنمائی کی ہے اور بقول آپ کے ائمہ اربعہ نے بھی اپنے اپنے اصحاب کو اسی کی تلقین کی ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے ''جو شخص میری دلیل نہیں جانتا اسے میرے کلام کی بنیاد پر فتویٰ نہیں دینا چاہیے اور جب وہ فتویٰ دیتے تھے تو لکھ دیتے

تھے کہ یہ نعمان بن ثابت کی رائے ہے اور جتنی ہم میں مقدرت تھی اس کے لحاظ سے یہ بہترین رائے ہے۔ جو شخص اس سے بہتر رائے پیش کرے وہ صواب کا مستحق ہے (۵۳)۔ امام مالکؒ کہا کرتے تھے کوئی ایسا نہیں ہے جو اپنی بات پر قابل مواخذہ نہ ہو اور اس کی بات اس کی طرف لوٹائی نہ جائے سوائے رسول اللہ ﷺ کے (۵۴)۔ امام شافعیؒ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں جب کوئی صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے (۵۵)۔ امام احمد بن حنبل کا قول نقل کرتے ہیں۔ وہ فرمایا کرتے تھے کسی کو خدا اور رسول کے مقابلے میں گفتگو کی اجازت نہیں نیز انہوں نے ایک شخص سے کہا: ہرگز تقلید نہ کرنا امام مالک کی اور نہ اوزاعی کی اور نہ نخعی کی اور نہ کسی اور کی تقلید کرنا۔ تم وہیں سے احکام اخذ کرو جہاں سے ان لوگوں نے اخذ کئے یعنی کتاب و سنت سے (۵۶)۔'' شاہ ولی اللہ نے اسی طرح کے اقوال دیگر ائمہ کے بارے میں بھی نقل کئے ہیں۔ آئمہ فقہ کے ان اقوال کا مطلب صرف یہ ہے کہ کسی امام کی بات کو قرآن وحدیث پر سبقت حاصل نہیں ہے۔ البتہ اگر آئمہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مسائل کی شرح کرتے ہیں تو ان کی تقلید غیر مجتہد کے لئے ضروری ہوگی۔ ان اقوال سے شاہ صاحب کی مرام یہ ہوسکتی ہے کہ تقلید کے بارے میں جو تاثر عام ہے کہ کسی فرد واحد کی ہوتی ہے۔ بلکہ یہ بالواسطہ قرآن وحدیث ہی کی تقلید ہوتی ہے۔ اس ضمن میں مناسب اور صائب قول وہی ہے جو شاہ صاحب نے اوپر فرمایا ہے کہ مجتہد اجتہاد کرے جبکہ غیر مجتہد تقلید کرے۔

﴿ حواشی ﴾

* تصنیف شاہ ولی اللہؒ

۱۔ علامہ شبلی نعمانی۔ ''علم الکلام''، نفیس اکیڈیمی۔ کراچی، طبع سوم نومبر ۱۹۷۹ء، حصہ اول، ص ۸۷

۲۔ پروفیسر محمد سرور ''ارمغان شاہ ولی اللہ'' ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، طبع دوم ۔ ص ۱۹

۳۔ مولانا حافظ محمد رحیم بخش ''حیات ولی'' مکتبہ السلفیہ' لاہور' ۱۵ مارچ ۱۹۵۵ء' ص ۴۸۶

۴۔ ''حیات ولی'' ص ۵۴۵ تا ۵۸۰

۵۔ مقدمہ حیات ولی

۶۔ ''حیات ولی'' ص ۴۹۰

۷۔ ''انصاف فی بیان سبب الاختلاف''

۸۔ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر۔ ''مجتہد۔ اوصاف و شرائط (مضمون) مطبوعہ سہ ماہی ''منہاج'' لاہور کا اجتہاد نمبر جلد ۹' شمارہ ۱' جنوری ۱۹۸۳ء' ص ۱۴۵

۹۔ لوئیس معلوف ''المنجد'' تہذیب وترتیب جدید مولانا محمد شفیع' دارالاشاعت' کراچی' ص ۱۷۲

۱۰۔ امام راغب اصفہانی۔ ''مفردات القرآن'' شمس الحق' لاہور' سن ندارد' جلد اول ص ۱۹۹

۱۱۔ شاہ ولی اللہ' ''عقد الجید'' بحوالہ ارمغان شاہ ولی اللہ' ادارہ ثقافت اسلامیہ' لاہور' طبع دوم ۱۹۸۸ء ص ۱۶۸۔ اجتہاد کی مزید شرح کے لئے ملاحظہ ہو قاری محمد طیب کی کتاب ''اجتہاد اور تقلید'' ادارہ اسلامیات' لاہور' اشاعت اول جون ۱۹۷۸ء۔ ص ۱۲۔۸۳ نیز ملاحظہ ہو علامہ ابن منظور کی ''لسان العرب'' نشر ادب الجوزۃ' قسم' ایران' محرم ۱۴۰۰ھ' المجلد ثالث' ص ۱۳۵۔ نیز اجتہاد کے وسیع تر مفاہیم کیلئے ملاحظہ فرمائیں ڈاکٹر خالد مسعود کا مقالہ 'اقبال کا تصور اجتہاد' مطبوعات حرمت' راولپنڈی' ۱۹۸۵ء

۱۲۔ شاہ ولی اللہ' حجۃ اللہ البالغۃ' نور محمد اصح المطابع آرام باغ' کراچی سن ندارد' حصہ اول' ص ۳۶۹

۱۳۔ پروفیسر صبحی محمصانی' فلسفہ شریعت اسلام' مترجم مولوی محمد احمد رضوی' مجلس ترقی ادب' لاہور' طبع ششم جون ۱۹۸۱ء ص ۱۴۵

۱۴۔ اسلامی فقہ کے بارہ میں ماخذ ہیں۔ مفصل بحث کے لئے ملاحظہ ہو مولانا محمد تقی امینی کی کتاب ''اسلامی فقہ کا تاریخی پس منظر'' قدیمی کتب خانہ آرام باغ' کراچی' اشاعت ستمبر ۱۹۹۱ء ص ۵۸

۱۵۔ ''عقد الجید'' بحوالہ ارمغان شاہ ولی اللہ' ص ۱۶۸

۱۶۔ ایضاً ۱۷۔ قاری محمد طیب۔ مسلک علمائے دیوبند' دارالاشاعت کراچی' ۱۹۹۴ء ص ۲۱

۱۸۔ مفتی محمد جمیل احمد تھانوی'' اسلام میں اجتہاد'' سہ ماہی ''اجتہاد'' نمبر لاہور ص ۲۴۶

۱۹۔ مفتی محمد رفیع عثمانی' عصر حاضر کے تقاضے اور اجتہاد کی ضرورت' ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' لاہور جلد ۱۲' شمارہ ص ۴۴۔۴۵

۲۰۔ ملاحظہ ہو آپ کا مضمون ''مسلم ممالک میں اسلامی قانون سازی کی تحریکیں' ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک

۲۱۔ جلد ۱۲' شمارہ ۶/ مارچ ۱۹۷۷ء' ص ۱۶ تا ۲۳۔ ملاحظہ ہو آپ کا انگریزی مضمون "Ijtehad door is open" انگریزی ماہنامہ ''البنوریہ'' کراچی جون ۹۹ء ص ۲۷

۲۲۔ اجتہاد و تقلید' ص ۶۵

۲۳۔ ایضاً' ص ۶۵

۲۴۔ مولانا اشرف علی تھانوی' الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد' ادارہ اسلامیات' لاہور' اشاعت اول فروری ۱۹۸۵ء ص ۲۱

۲۵۔ مولانا محمد علی کاندھلوی'' امام اعظم اور علم الحدیث'' انجمن دارالعلوم شہابیہ' سیالکوٹ' اشاعت اپریل ۱۹۸۱ء ص ۵۹

۲۶۔ حجۃ اللہ البالغۃ' ص ۳۰۲

۲۷۔ اس شرط میں احکام کی کیا تفصیل ہوسکتی ہے۔ ملاحظہ ہو ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی کا مضمون قانون سازی کے قرآنی اصول' مشمولہ ''ترجمان القرآن'' شمارہ مئی جون جولائی ۱۹۹۷ء

۲۸۔ عقد الجید بحوالہ ارمغان شاہ ولی اللہ ص ۱۶۹

۲۹۔ ایضاً ۳۰۔ ایضاً ۳۱۔ ایضاً ص ۱۷۰

۳۲۔ اجتہاد اور مجتہد' (مضمون) سہ ماہی مجلہ ''منہاج'' لاہور' کا اجتہاد نمبر ۱۵۸ تا ۱۶۵

۳۳۔ مجتہد کے اوصاف و شرائط (مضمون) سہ ماہی مجلہ ''منہاج'' لاہور' کا اجتہاد نمبر ۱۵۸۔۱۶۵

۳۴۔ اسلام میں اجتہاد (مضمون) سہ ماہی مجلہ ''منہاج'' لاہور کا اجتہاد نمبر ۲۴۶ تا ۲۴۹

۳۵۔ مولانا اشرف علی تھانوی' ''الافاضات الیومیہ'' اشرف المطابع' تھانہ بھون' حصہ اول سن ندارد' ص ۱۵۰

۳۶۔ عقید الجید بحوالہ ارمغان شاہ ولی اللہ' ص ۱۷۰

۳۷۔ عقد الجید بحوالہ ارمغان شاہ ولی اللہ' ص ۱۷۰

۳۸۔ ایضاً

۳۹۔ سورۃ المائدہ' آیت ۴۷

۴۰۔ ایضاً۔ ص ۱۷۲ ۴۱۔ ایضاً ۴۲۔ ایضاً ۴۳۔ ایضاً

۴۴۔ عقد الجید بحوالہ ارمغان شاہ ولی اللہ ص ۱۷۳

۴۵۔ ایضاً

۴۶۔ عقد الجید بحوالہ ارمغان شاہ ولی اللہ' ص ۱۷۳

۴۷۔ ایضاً 'ص ۱۷۴ ۴۸۔ ایضاً 'ص ۱۷۵

۴۹۔ عقد الجید بحوالہ ارمغان شاہ ولی اللہ' ص ۱۷۶

۵۰۔ شاہ ولی اللہ 'فیوض الحرمین' مدنی کتب خانہ' لاہور' بار اول' ص ۹۵

۵۱۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی' ''تحریک آزادی' فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدید مساعی'' مکتبہ نذیریہ' چیچہ وطنی

۵۲۔ حجۃ اللہ البالغہ' حصہ اول' ص ۳۷۳

۵۳۔ عقد الجید بحوالہ' ارمغان شاہ ولی اللہ' ص ۱۷۶

نیز ملاحظہ ہو حجۃ اللہ البالغہ حصہ اول۔ ص ۳۷۰

۵۴۔ عقد الجید بحوالہ' ارمغان شاہ ولی اللہ' ص ص ۱۷۶

نیز ملاحظہ حجۃ اللہ البالغہ' حصہ اول' ص ۳۷۱

۵۵۔ ایضاً۔ نیز ملاحظہ ہو عقد الجید بحوالہ ارمغان' ص ۱۷۶

۵۶۔ حجۃ اللہ البالغہ البالغہ۔ حصہ اول' ص ۳۷۱

نیز ملاحظہ ہو عقد الجید بحوالہ ارمغان شاہ ولی اللہ' ص ۱۷۷